مخالفت اور ابتلا میں احمدیوں کا جذبہ قربانی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳/ جولائی ۱۹۸۴ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا ‌ۖ رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ‌ۚ ﴿۱۹۴﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ﴿۱۹۵﴾ (آل عمران: ۱۹۴-۱۹۵)

پھر فرمایا:

قرآن کریم کا ایک نام الفرقان بھی ہے یعنی ایک ایسی یہ کتاب ہے جو ایسے کھلے کھلے اور روشن نشانوں سے اور امتیاز کرنے والے دلائل سے بھری ہوئی ہے جو بینات کی صورت ہیں جیسے دن اور رات میں تمیز مشکل نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ کوئی اندھا ہو۔ اسی طرح حق اور باطل کی تمیز ایسی نمایاں کر دیتا ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جن کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوں ان کے لئے حق کو باطل سے الگ کر کے دیکھنا مشکل نہیں رہتا۔

ان دلائل میں سے جو حق اور باطل کے امتیاز کے قرآن کریم پیش فرماتا ہے ایک دلیل یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ حق والوں کی دل آزاری کا تصور اور ہوتا ہے اور باطل والوں کی دل آزاری کا تصور

اور ہوتا ہے۔ باطل اور وجوہات سے مشتعل ہوتا ہے اور حق اور وجوہات سے مشتعل ہوتا ہے اور پھر دونوں کے دل آزاری کے ردعمل بھی مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ متعدد قرآنی آیات میں یہ مضمون بکھرا ہوا ہے۔ ایک طرف تو وہ لوگ جو مومن کو دیکھ کر مشتعل ہو جاتے ہیں ان کے اشتعال کی اندرونی کیفیت کا تجزیہ یوں فرمایا گیا کہ جب وہ ان کو نشو ونما پاتے دیکھتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ وہ ہر صورت بڑھ رہے ہیں اور ہماری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی اس سے ان کو اشتعال آتا ہے چنانچہ فرمایا:

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح:۳۰)

ایک بہت ہی خوبصورت طرز بیان ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مومنوں کی بعض حرکات کے نتیجہ میں اُن کو غصہ آتا ہے۔ فرمایا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ مومنوں کو دیکھ کر غصہ آتا ہے یعنی ان کے وجود سے غصہ آتا ہے۔ اب وجود تو کوئی جرم نہیں ہے لیکن ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوسکتیں، ان کے سینوں کی آتش بجھ نہیں سکتی جب تک مومنوں کو وہ چلتا پھرتا دیکھ رہے ہوں اس لئے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ میں اتنا گہرا فلسفہ اتنے مختصر الفاظ میں بیان فرما دیا کہ اس سے زیادہ اس اشتعال انگیزی کی تعریف ممکن نہیں ہوسکتی۔ فرمایا مومن تو ضرور اشتعال دیتا ہے یہ نہیں کہ مومن اشتعال نہیں دیتا مگر اپنی حرکتوں کے ذریعے نہیں اپنے وجود کے ذریعہ اور غیر مطمئن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ مومن کا چلتا پھرتا وجود اسکو نظر آرہا ہے جب تک وہ وجود نہ مٹ جائے اس کے دل کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوسکتی اور اس کے برعکس مومن کی جو دل آزاری کرتا ہے اس کی تصویر حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت محمد مصطفی ﷺ کے زمانے تک سارے انبیاء کی تصاویر کھینچ کر جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے بڑی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ کوئی ذریعہ ایسا نہیں چھوڑتا دشنام طرازی کے ذریعہ یا بدنی سزاؤں کے ذریعہ یا سازشوں کے ذریعہ جتنے بھی ذریعے انسان کے لئے ممکن ہیں دکھ دینے کے وہ ذریعے اختیار کرتا ہے اور پھر بھی شکوہ رہتا ہے کہ یہ چند لوگ یہ ہمیں مشتعل کرتے ہیں۔ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ (الشعراء:۵۵) حضرت موسیٰ کے مقابل پر فرعون نے یہ کہا اور اس کے ساتھیوں نے کہ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ہے، یہ عجیب خبیث چیز ہے، یہ قوم کہ تھوڑی سی ہے، چھوٹی سی ہے لیکن اتنا ناز ہے اپنی طاقت پر اور اپنے خدا پر کہ تھوڑی سی ہو کر بھی ہمیں غیظ دلاتے ہیں۔ ان کی مجال کیا ہے! ان کی حیثیت کیا ہے! پاؤں تلے ہم ان کو کچل دیں اور تھوڑے سے لوگ یہ باز ہی نہیں

آرہے، غصہ ہی دلائے چلے جارہے ہیں اور غصہ ہے کیا؟ یہ کہ مرنہیں رہے، مٹ نہیں رہے ہم سے، ہم سارا زور لگا رہے ہیں لیکن یہ بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ تو یہ خلاصہ کھینچ دیا کہ غصہ دلاتے ہیں اور ساتھ اس میں ان کا دفاع بھی فرمادیا۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا پہلے بھی بارہا کہ قرآن کریم دعوے کے ساتھ دلیل بھی بیان کردیتا ہے۔ بہت سے لوگ جو سرسری نظر سے قرآن کریم کو دیکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں صرف دعویٰ کیا گیا ہے حالانکہ دلیل موجود ہوتی ہے۔ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ کہہ کر انھوں نے اپنے اعتراض کا خود رَد کردیا۔ غصہ تو ان کو جرأت ہوتی ہے دلانے کی جو بڑی بڑی قومیں ہوا کرتی ہیں وہ جذبات سے کھیلتے ہیں، وہ لوگوں کے احساسات کو کچلتے ہیں اور غصہ دلاتے چلے جاتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ان کو گھمنڈ ہوتا ہے اپنی طاقت کا۔ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ بیچاری کہاں سے غصہ دلائے گی تو لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ کہہ کر مومنوں کا دفاع بھی فرمادیا ساتھ ہی کہ تم جن کو گندہ سمجھ رہے ہو، جن کو غصہ دلانے والا کہہ رہے ہو ساتھ ہی یہ بھی تو کہہ رہے ہو کہ ایک پدّی کی حیثیت ہے ان کی اور پھر کہتے ہو غصہ دلاتے ہیں۔ تو عقل کے خلاف باتیں کررہے ہو تمہارا دعویٰ تمہارے خود اپنے دعوے کی تردید کررہا ہے۔ ایک طرف تو غصہ دلانے کی نہایت ہی عمدہ تشریح فرمادی اور امتیاز کردیا، مومن کے غصہ دلانے میں اور کافر کے غصہ کو دلانے میں۔ سچ اس طرح غصہ دلایا کرتا ہے اور جھوٹ اس طرح غصہ دلایا کرتا ہے اور دوسری طرف یہ بتادیا کہ سچ مشتعل ہوتا ہی نہیں باوجود اس کے کہ غصہ دلانے کے سارے ذرائع باطل اختیار کرتا ہے اور اس کے باوجود سچ مشتعل نہیں ہوتا۔ اس کی سرشت میں اشتعال نہیں ہے اور باوجود اس کے کہ غصہ دلانے کا کوئی طریق بھی مومن اختیار نہیں کرتا دشمن مشتعل ہوجاتا ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کو سارے انبیاء کی تاریخ دوہرا رہی ہے اِن معنوں میں کہ کچھ لوگ ناری وجود ہیں اور کچھ نورانی وجود ہیں یا پانی کے اور مٹی کے بنے ہوئے۔ مٹی کو تو آگ نہیں لگ سکتی جو گوندھی ہوئی مٹی ہو اور جو ناری وجود ہے اس کو دیا سلائی دکھاؤ یا نہ دکھاؤ جلتی رہے گی وہ چیز، اس وجود کی سرشت میں جلنا ہے۔ تو لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ میں یہی مضمون بیان فرمایا کہ ان کو دیکھتے ہیں اور وہ غیظ پکڑ جاتے ہیں، مشتعل ہوجاتے ہیں کیونکہ ان کی سرشت میں مشتعل ہونا ہے اور جن کو

اشتعال دلایا جار ہا ہے، جن کے خلاف ہر قسم کے ظلم آزمائے جارہے ہیں ان کو غصہ ہی نہیں آتا ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟ وہ آنحضرت ﷺ کی صورت میں بتایا۔ اللہ فرماتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۞ (الکہف: ۷)

کہ اے محمد ﷺ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ یہ جو اتنا ظلم کر رہے ہیں، اس شدت کے ساتھ تیری تکفیر کر رہے ہیں اور کسی طرح ایمان نہیں لا رہے ظلم کی حد کر رہے ہیں ان کی خاطر تو اپنی جان ہلاک کر رہا ہے غم میں کہ یہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایسا عجیب نقشہ ہے کہ انسان، عام انسان کا تصور جس کو مذہب میں صیقل نہ کر دیا ہو اس بات تک پہنچ نہیں سکتا کہ یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ یقین نہیں آسکتا ان کو۔

چند دن ہوئے ایک پاکستان کے پرانے صاحب اثر دوست تھے وہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی جماعت ہے ہی عجیب، میں بھی یقین نہیں کر سکتا کہ آپ کا ان باتوں کا یہ ردعمل ہو گا اس لئے حکومت بچاری کیا کرے اور صاحب اقتدار کیا کریں؟ وہ تو اپنے اوپر سوچتے ہیں۔ ان کا تصور پہنچ ہی نہیں سکتا اس بات کو کہ دنیا میں کوئی ایسے شریف بھی خدا کے بندے بستے ہیں کہ ان کا وہ ردعمل نہیں ہو سکتا جو وہ سمجھتے ہیں اس لئے وہ ظلم کرتے ہیں پھر خوف کھاتے ہیں کہ ہم نے ظلم کیا ہے اور یہ ردعمل ہو گا پھر اور زیادہ ظلم میں بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس مقام کو پہنچ جاتے ہیں جہاں خدا کی پکڑ ان کو گھیر لیتی ہے اور پھر کوئی واپسی کا رستہ نہیں رہتا۔

یہ جو دو مختلف تصویریں ہیں یہ آج پاکستان میں جس طرح نمایاں طور پر ابھر کر سامنے آرہی ہیں ان کو دیکھ کر اگر کوئی بالکل عقل کا اندھا نہ ہو تو احمدیت کو قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں کوئی روک باقی نہیں رہنی چاہئے۔ جس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے میں یہ دو تصویریں نکھر کر ابھری تھیں ایک دوسرے کے ساتھ کچھ بھی مشابہت نہیں تھی اسی طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کو آج پھر توفیق ملی ہے کہ انہیں نقوش کو پھر ابھار دیں جنہیں آنحضور ﷺ اور آپ کے غلاموں نے ابھارا تھا اور دشمنوں کو پھر توفیق مل رہی ہے کہ پھر انہیں بدزیبائیوں کو، ان بدصورتیوں کو نمایاں کریں جو پہلے دنیا نے دیکھیں تھیں اور جن کو خدا کی آنکھ نے رد کر دیا تھا ان کو اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ وہ زندہ رکھی جائیں۔

ربوہ میں جس طرح رمضان گزرا، جیسے عید آئی اور چلی گئی اور جو لوگوں کا حال ہوا اس کے اوپر اتنے خطوط آرہے ہیں، اہل پاکستان میں عموماً اور ربوہ میں خصوصاً جو حال گزرے لوگوں پر ان سب کا بیان تو ممکن نہیں ہے مگر چونکہ ایک یہ تاریخ احمدیت کا قیمتی سرمایہ ہیں اس لئے چند نمونے میں آج آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ یہ ایذارسانی جس کو وہ کہتے ہیں وہ کیا ہے اور اس کے مقابل پر وہ خود کیا کرتے ہیں اور پھر مومن کا ردعمل اس پر کیا ہوتا ہے مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ تو اتنا تفصیلی مضمون ہے کہ ہزارہا خطوط ہیں، سینکڑوں خطوط روز آرہے ہیں اور اکثر ان میں یہ مضمون ہوتا ہے۔ تو ہزارہا خطوط سے بھی زیادہ بن جاتے ہیں یعنی ہزارہا در ہزارہا ہیں۔ ان کو سب کو جماعت کے سامنے پیش کرنا یہ تو اس وقت ممکن نہیں ہے اور بعضوں کے اقتباسات لئے ہیں لیکن اس کے ہم پلہ سینکڑوں اور ہیں جن کے اقتباسات لئے جاسکتے تھے اس لئے نام تو میں کسی کا بھی نہیں لوں گا لیکن جن کا نہیں آئے گا وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے جذبات کو کم سمجھ کر چھوڑا گیا ہے، بے اختیاری کی بات ہے، ناممکن ہے کہ ساری جماعت کے جذبات کو اس طرح کھل کر پیش کیا جاسکے۔

ایک بچی جو باہر سے آئی تھی رمضان گزارنے کے لئے وہ لکھتی ہے کہ آج کل میں رمضان گزارنے ربوہ آئی ہوئی ہوں کیونکہ ان کو ایک ماہ کی چھٹیاں بھی ہیں۔ ربوہ میں آپ کی غیر موجودگی کا احساس اور بھی شدید ہوتا ہے۔ اس دفعہ رمضان کے مہینے میں وہ رونق اور مزہ نہیں ہے جو اس سے پہلے ہوتا ہے۔ پہلے دو دن تو بہت ہی عجیب لگا کہ ہم بغیر اذان کے روزہ رکھتے ہیں اور وقت دیکھ کر بغیر اذان کے ہی روزہ کھولتے ہیں۔ انسان کی فطرت ہے کہ جو نعمت خدا تعالیٰ نے اس کو دی ہو اس وقت اس کو اتنا احساس نہیں ہوتا جتنا کہ جب وہ چھن جائے تب۔ یہی حال آج کل ہم سب کا ہے۔ شادی سے پہلے بھی ہم کہہ دیا کرتے تھے کہ ربوہ میں ہر وقت صرف اذانیں ہی ہوتی ہیں لیکن اب پتہ چلا کہ ربوہ کی اصل خوبصورتی اور حسن انہیں چیزوں سے ہے کہ پانچوں وقت مسجدوں سے اللہ تعالیٰ کا نام بلند ہو۔

تو جو لوگ دل آزاری کرتے ہیں ہم یعنی جن پر الزام لگایا جاتا ہے ان کی دل آزاری کیا ہے کہ وہ اذانیں دیتے ہیں کہ وہ خدا کا نام بلند کرتے ہیں اس سے دل آزاری ہو رہی ہے اور جو ان آوازوں کو گھونٹ رہے ہیں جو سینوں میں مچلنے لگ گئی ہیں اور گریہ وزاری میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ وہ

دِل آزاری نہیں کر رہے؟ عجیب عقل ماری گئی ہے قوم کی، بعد میں آنے والے لوگ حیران ہو کر دیکھیں گے کہ یہ وہ ہوا کرتے تھے ہمارے آبا ؤ اجداد یہ ان کی عقلیں تھیں۔

ایک بچی لکھتی ہے، پیارے ابا حضور اس دفعہ عید پر عجیب سماں تھا، لاؤڈ سپیکر کی اجازت نہ ہوتے ہوئے بھی اتنے لوگ تھے کہ جگہ بہت مشکل سے ملی، ایک دوسرے کے قدموں پر سجدے کئے تھے اور منظر تھا کہ دیکھ دیکھ کر رونا آ رہا تھا۔ پیارے آقا اس دفعہ پتہ بھی نہیں چل رہا تھا کہ عید ہے۔ ایک بچی لکھتی ہے کہ پیارے ابا حضور اس وقت عجیب سے جذبات ہیں جن کو الفاظ کا رنگ نہیں دے سکتی بس دل چاہتا ہے کہ ابھی میں قربان ہو جاؤں۔ ایک اور عزیزہ لکھتی ہیں کہ خطبہ کی آواز نہیں آ رہی تھی اور عورتوں کا یہ حال تھا کہ زار و قطار روتیں اور اپنے رب کو مدد کے لئے پکار رہیں تھیں۔ ایک ایسا دردناک منظر تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ اس دردناک چیخ و پکار سے اس وقت عرش الٰہی کے کنگرے بھی ہل رہے ہوں گے۔ ایک سلسلہ کی بزرگ خاتون لکھتی ہیں، آپ کے بغیر تو عید کا تصور ہی نہ تھا۔ سارا ربوہ عید پڑھنے پہنچا ہوا تھا مگر خطبہ کی آواز ایک محدود تعداد تک پہنچ سکی کیونکہ لاؤڈ سپیکر کا انتظام نہیں تھا بلکہ ایک حصہ تک تو ایک رکعت پڑھنے کی آواز نہیں پہنچی۔ ایک پہرے دار نے تکبیر کہنی شروع کی تو دوسری رکعت پڑھی۔ جو عورت ملتی تھی گلے لگ کر رونے لگ جاتی تھی۔

یہ دل آزاریاں ہیں جو جماعت کر رہی ہے، یہ اسلام کے خلاف سازشیں اور حرکتیں ہیں جو قانوناً بند کی گئی ہیں کہ دل آزاری ہوتی ہے۔ اتنی خطرناک سازشیں اسلام کے خلاف! تم منہ کالا کر رہے ہو سارے اسلام کا (**نعوذ باللہ من ذٰلک**) نمازیں پڑھ کر، تکبیریں کہہ کر، آذانیں دے کر اور نمازوں میں پھر گریہ وزاری کر کے اور پھر اس کو سنانا چاہتے ہو سب کو۔

ایک نوجوان جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک بزرگ صحابی کے پوتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ (حضور نے فرمایا) یہ سارے خط تو میرے لئے ممکن نہیں یعنی جو خط چنے ہیں وہ بھی سارے پڑھ سکوں کیونکہ ان میں بعض جگہ جذبات کا اس شدت سے اظہار ہے کہ میرے لئے پڑھ کر سنانا ممکن نہیں کہ جہاں جہاں میرا ذکر آ جاتا ہے وہ مجھے کاٹنا بھی پڑتا ہے بیچ میں سے مگر کہیں کہیں مجبوراً مضمون کو قائم رکھنے کے لئے پڑھنا بھی پڑتا ہے۔

یہ نوجوان لکھتے ہیں، ”بلکتے بلکتے ماہ رمضان بھی بیت گیا، روتے روتے عید بھی گزر گئی۔ کس کرب اور دکھ کے دن تھے، یہ ربوہ کی فضائیں کس قدر بوجھل اور کس قدر مضطرب اور حزیں تھیں، ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے بھی تجھ سے بڑھ کر اس دکھ کو کون سمجھ سکتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہر بھیگی ہوئی آنکھ کے ساتھ تو بھی نمناک تھا اور ہر مجروح دل کے ساتھ تو بھی تڑپ رہا تھا۔ ہر زخمی روح کی پکار گویا تیرے قلب حزیں کی صدا تھی اور ہر درد بھرا نغمہ گویا تیرے ہی ساز وجود سے اٹھتا تھا۔ ہم حاضر ہیں ہمارے آقا! ہم حاضر ہیں ہمارے آقا! ذرے ذرے میں تبدیل ہونے کو، ہر آگ کا ایندھن بننے کو مگر تجھ تک گرد نہ اٹھے، تجھ تک کوئی آنچ نہ آئے۔ پھر لکھتے ہیں اور پھر دکھی عید، ”عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو“ کے تحت گزر رہی گئی مگر ”آمدن عید مبارک بادت“ کی خوش خبری بھی دے گئی اور انہیں دکھوں کی کوکھ سے جنم لینے والی راحتوں کی یہ خوش خبریاں یہاں دلوں کو کس طرح گرما رہی ہیں کس طرح یہاں درد میں ڈوبی ہوئی آہیں بھی ہیں، غم میں بھیگے ہوئے آنسو بھی ہیں اور امید سے بھری ہوئی دعائیں بھی ہیں۔ یعنی کوئی اہل نظر ہی جان سکتا ہے ربوہ کی اداس مگر پر عزم فضا میں کیا بچے، کیا جوان، کیا بوڑھے سبھی ایک ہی آگ میں جل رہے ہیں جو نہ جانے کس کس کو خاکستر کر دیگی اور کس کس کو کندن بنادے گی۔ میں نے بڑے بڑے جابر لوگوں اور بے حس نوجوانوں کو بے طرح بلکتے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے دیکھا ہے، ان کے بھیگے ہوئے چہروں پر رنج و غم اور عزم اور امید کی ایسی گہری پر چھائیاں تھیں جو ہرگز قابل بیان نہیں۔ ناسمجھ بچے بھی جس طرح ارادتاً چیخ چیخ کر روتے اور دعائیں کرتے ہیں اس کا اندازہ کچھ اسی سے لگا لیجئے کہ جمعۃ الوداع کی نماز کے آخری سجدے بڑے رقت انگیز تھے۔ لوگ حقیقتاً ایسے تڑپ رہے تھے جیسے بکرے ذبح کئے جارہے ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے پہلو میں میرا آٹھ سالہ بیٹا منور بھی باآواز بلند رو رہا تھا۔ جب اس نے سجدے سے سر اٹھایا تو اس کی سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر تھی اور ان آنسوؤں کو اور واضح کرنے کے لئے اس نے اپنے بچپن میں ان میں لکیریں بھی کھینچ رکھی تھیں۔ میں تڑپ گیا اور اپنے رب سے کہا کہ خدایا ان معصوم آنسوؤں کے صدقے ان تمام گڑگڑاتے ہوئے سجدوں کو قبول فرمالے۔ بعد میں وہ بچہ مجھے کہنے لگا ابو میں نے آپ کے لئے تو کوئی دعا نہیں کی امی کے لئے اور اپنے کسی دوست کے لئے بھی کوئی دعا نہیں کی میں صرف اپنے حضور کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔“

ایسی عید ہمارے بعض خدا کی راہ کے قیدیوں پر بھی آئی اور ان میں سے دو نوجوان جو ربوہ کی حوالات میں تھے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں وہ کہتے ہیں ”ان دنوں ہم دونوں ربوہ حوالات میں ہیں اور خدا کی قسم آپ کی دعاؤں اور ایک کروڑ احمدیوں کی دعاؤں کی بدولت خداوند کریم نے ہمارے لئے اس جگہ کو بھی جنت بنادیا ہوا ہے“۔ یعنی جو باہر تھے ان کا وہ حال تھا اور جو خدا کی راہ میں قیدی تھے ان کو خدا نے ایک اور ہی منظر ایک اور ہی عالم میں پہنچا دیا تھا ”حالانکہ زندگی میں ہم نے آج تک ایسی جگہ کی شکل نہ دیکھی تھی“۔ شرفا تو نہیں جایا کرتے حوالات میں اور پولیس کے قبضے میں اور ان کے لئے سوال ہی کوئی نہیں تھا صرف وہ خدا کی راہ میں ایک دعویٰ کرنے والے پر ایمان لانا ان کا جرم تھا۔ کہتے ہیں ”خداوند کریم نے ہمارے لئے اسی جگہ کو جنت بنایا ہوا تھا حالانکہ زندگی میں ہم نے آج تک ایسی جگہ کی شکل نہ دیکھی تھی مگر خدا تعالیٰ کو یہی منظور تھا اور آزمائش تو ڈالی مگر ہم میں اتنا حوصلہ اور استقامت بھی تو بخشی کہ ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ حضور ہماری طرف سے آپ کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بس صرف اور صرف اپنے غلاموں کے لئے خاص دعا کریں اور دعا کریں کہ خداوند کریم ہمیں اس سے بھی مزید حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے اور ہماری جان اور مال اور عزت سب راہ مولیٰ پہ قربان ہو۔ حضور یہ لوگ ہمیں کسی خوف اور دکھوں سے دھمکا کر ہمیں اپنے دین سے ہٹا نہیں سکیں گے۔ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ احمدیوں کے ایمان کتنے مضبوط ہیں تو ان کی روحیں لرز جائیں۔ شیر ہمیشہ شیر ہی رہتا ہے چاہے اسکو پنجرے میں بند کر دو اس کی دہشت پھر بھی رہتی ہے اور خدا کی قسم ہم احمدیت کے شیر ہیں۔“

ایک نوجوان نے ایک عجیب رنگ میں اپنی جان کی قربانی پیش کی ہے ویسے تو کثرت سے لوگ لکھ رہے ہیں لیکن اس نے تو معلوم ہوتا ہے گریبان پکڑ کر زبردستی مجھے کہا ہے کہ میری قربانی لو ورنہ کہتے ہیں کہ ”ایک خطبہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام کے خدام نے آپ کو لکھا ہے کہ جہاں جہاں جان کی قربانی کی ضرورت ہو ہمیں پہلے موقع دیا جائے۔ حضور آپ پر میری جان بھی قربان مجھے بھی اس فہرست میں شامل کر لیں، خدا کی قسم اگر آپ نے ہمیں اس فہرست میں شامل نہ کیا تو ہم قیامت والے دن یہ ضرور کہیں گے کہ آپ نے اپنے خاندان سے رعایت کی ہے۔“

مالی قربانی کے متعلق پہلے بھی میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ ردعمل ہے دل آزاری کا ردعمل، ایک

وہ ہے اور ایک یہ ہو رہا ہے اور عجیب بات ہے کہ یہ خاص دور ہے، پہلے دوروں میں زبردستی مالی قربانی ہم سے لی جاتی تھی غیر کی طرف سے اور جماعت تو طوعی قربانی کرتی چلی آئی ہے۔ لیکن اس دفعہ اس میں کمی آئی ہے اور اس کو خدا نے اس طرح پورا فرما دیا کہ جماعت از خود دونوں ہاتھوں سے اپنے اموال کو لٹا رہی ہے۔

ایک بچی لکھتی ہے میں اپنے زیور کے سیٹ میں سے ایک سیٹ دینا چاہتی ہوں جو میں نے ابھی پہنا نہیں ہے اور شاید وہ میرے استعمال میں اسی لئے نہیں آیا کہ وہ احمدیت کے لئے وقف تھا۔ آپ اس سیٹ کو جس مرضی تحریک میں شامل کر لیں، چاہے یورپ کی تحریک میں شامل کر لیں، چاہے امریکہ کی تحریک میں شامل کر لیں میں نے یہ سیٹ وقف کر دیا ہے اب آپ جس مرضی تحریک میں شامل کر لیں لیکن پلیز (Please) مجھے انکار نہ کریں، اگر خدانخواستہ انکار بھی کیا تو یہ سیٹ میرے کسی کام کا نہیں رہے گا اور نہ کبھی میں اس کو استعمال کروں گی اس لئے پلیز میرے اس سیٹ کو کسی بھی تحریک میں ضرور شامل کر لیں اور میرے لئے دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بھی زیادہ قربانی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک نوجوان لکھتے ہیں: پیارے آقا عیدالفطر کی نماز پر فرینکفورٹ گیا تھا۔ ہائی وے پر کار کو اوورٹیک کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ اس تیز رفتاری میں مسابقت کا نتیجہ کیا ہوگا سوائے اس کے کہ مال و جان کا نقصان اور اس کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں اور پھر یہ سوال پیدا ہوا کیوں نہ اس مسابقت کی روح کو مذہبی دنیا میں تبدیل کیا جائے اور میں نے نیت کر لی کہ یوروپین مراکز کی تحریک میں جس شخص کا سب سے زیادہ وعدہ ہوگا اس سے بڑھ کر وعدہ بمعہ ادائیگی کروں گا۔ مسجد پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ایک تاجر احمدی دوست جو یہاں مستقل رہائش پذیر ہیں انہوں نے چالیس ہزار ڈینش مارک کا وعدہ کیا ہے۔ میں نے پوری تحقیقات کرنے کے بعد کہ اس سے بڑھ کر کسی کا وعدہ نہیں ہے چالیس ہزار پانچ سو ڈینش مارک کا وعدہ اپنے دل میں خدا تعالیٰ کے ساتھ کر لیا۔ چالیس ہزار مارک جو میرا اندوختہ ہے اور پانچ سو انشاء اللہ تعالیٰ اس ماہ کی تنخواہ سے مل جائیں گے۔ میں مجبور ہوں میرا قصور نہیں، میرے بس کی بات نہیں میں کیا کروں، دشمن کی دن رات کی ذلیل حرکتوں اور کارروائیوں سے جو آپ کو تکلیف پہنچ رہی ہے میرا دل یہ کرتا ہے کہ جو

مجھ سے ہو سکے وہ تو کر گزروں۔

ایک نوجوان یہ خبر دے رہے ہیں اور یہ عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دَین کا اس کی عطا کا سلسلہ بھی اس شدت کے ساتھ جاری ہے کہ کوئی اس میں ادھار نہیں ہے۔ قرض نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ۔ ایک نوجوان جرمنی کے لکھتے ہیں کہ میں بہت ہی دلبرداشتہ تھا کہ میرے پاس کچھ زیادہ نہیں اور مجھے جو آٹھ سو مارک ملتے ہیں یہ حکومت کی طرف سے ہیں اس میں مجھے نوکری نہیں ملی ہوئی کوئی اس میں سے چار سو کرائے کے نکل جاتے ہیں باقی چار سو میں گزارہ کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن ایسی سخت میرے دل میں تمنا تھی کہ میں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر وعدہ کر لیا اور دوسرے ہی دن اللہ تعالیٰ نے مجھے نوکری عطا فرما دی اور میں نے یہ چندہ جتنا بھی لکھایا تھا وہ خدا کے فضل سے پورا ادا کر دیا ہے۔

ہالینڈ کی جماعت کے متعلق اطلاع ہے کہ مربی لکھتے ہیں کہ جس والہانہ انداز سے انہوں نے آواز پر لبیک کہا ہے، مستورات نے زیور دے دیئے اور سب نے اپنی توفیق سے بڑھ کر قربانیاں دی ہیں وہ معجزہ سے کم نہیں۔ احباب کو جلد از جلد ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے، ان سب مخلصین کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ایک خاتون کا خط میں آخر پر پڑھ کر سناتا ہوں جن سے خدا تعالیٰ نے 74ء میں بھی قربانی لی تھی لیکن اس قربانی کا اور مزہ تھا اب اس قربانی کا اور مزہ ہے اور یہ خوش قسمت بہن دونوں مزے لوٹ رہی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں ’’پیارے آقا 74ء میں لائل پور (فیصل آباد) میں تھی غالباً شادی کے ایک سال بعد ہی خدا تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل سے اس گناہ گار بندی کو ان چند لوگوں میں چن لیا جن کو خدا تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانی کرنے کی توفیق ملی۔ گھر جلایا گیا، سامان لوٹا گیا، میاں کو سخت زدوکوب کیا گیا اور آخر کھمبے کے ساتھ باندھ کر جلانے کا پروگرام بنایا گیا تو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کے ارادے خاک میں ملا دیئے اور مارنے والوں نے خود ہی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور میرے میاں کو چھوڑ دیا۔ باقی افراد خانہ ننگے سر اور ننگے پاؤں گھر سے نکالے گئے۔ دوسرے دن جب میرے میاں وہ جلا ہوا گھر دیکھنے گئے تو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ باقی تو تمام چیزیں لوٹ لیں یا جلائی گئیں لیکن زیور جو ایک معمولی سے لکڑی کے ڈبے میں رکھا ہوا تھا اس کو بے کار چیز سمجھ کر باہر صحن میں پھینک گئے اس طرح خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے معجزانہ طور پر میرا

تمام زیور بچالیا اور اس حال میں بھی اس گناہ گار کو خالی ہاتھ نہ ہونے دیا۔اس دن کے بعد ہم نے خدا تعالیٰ کے فضلوں اور انعامات کو بارش کے قطروں کی طرح اپنے اوپر اترتے دیکھا۔خدا تعالیٰ نے وہ وہ چیزیں دیں ہیں کہ جن کا وہم وگمان بھی نہ کیا تھا۔خدا تعالیٰ نے اس معمولی سی قربانی کو اتنا بڑھا چڑھا کر قبول فرمایا اس وقت سے اس گناہ گار کے دل میں بڑی شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ زیور جو جاتے جاتے رہ گیا تھا اس کو اپنے ہاتھ سے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کروں۔''

ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا (حٰم السجدہ:۱۲) کی ایک یہ بھی تفسیر ہے کہ جب خدا کہتا ہے کہ كَرْهًا بھی آؤ میرے پاس اور طَوْعًا بھی آؤ۔ تو جب مومنوں پر اس آیت کا اطلاق ہوتا ہے تو مراد یہ ہے کہ میری راہ میں تکلیف اٹھاتے ہوئے بھی آؤ، ایسی قربانیاں بھی پیش کرو جو زبردستی تم سے لی جائیں گی اور طَوْعًا بھی آؤ یعنی طوعی قربانیاں پیش کرتے ہوئے بھی میری راہ میں آؤ۔تو یہ اس فقرے میں اسی کی تفسیر ہے۔(وہ لکھتے ہیں)''اس وقت سے اس گناہ گار کے دل میں بڑی شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ زیور جو جاتے جاتے رہ گیا تھا اس کو خود اپنے ہاتھ سے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کروں۔نومبر 83ء میں آپ کی تحریک بیوت الحمد میں اس عاجزہ نے چار چوڑیاں پیش کردیں تھیں باقی زیور خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں، آپ اس کو کسی فنڈ میں استعمال کرلیں یہ اس خادمہ پر بڑا احسان ہوگا، خدا تعالیٰ کی رضا چاہتی ہوں، خدا تعالیٰ اس حقیر قربانی کو قبول فرمائے۔آمین۔زیور کہاں بھجوایا جائے؟ حکم کی منتظر ہوں۔''

یہ ہے جماعت احمدیہ جو خدا کے ان بندوں پر مشتمل ہے جن کے وجود سے غیر طیش کھا رہا ہے اور جن کے اوپر مظالم کی انتہا کردی گئی ہے اور خدا کی راہ میں دکھ اٹھانے کے بعد ان کا یہ ردعمل ہے کہ جو کچھ تم نے زبردستی چھین لیا اس کے علاوہ جو رہ گیا ہے وہ ہم تو ایسے خدا کے بندے ہیں کہ خود اپنے ہاتھوں سے، شوق سے، ولولوں کے ساتھ خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لئے حاضر بیٹھے ہیں۔ایسی قوم کا کوئی کیسے کچھ بگاڑ سکتا ہے! اور پھر عجیب حال ہے کہ یہ لوگ یہ ساری باتیں یہ محبت بھرے خط یہ پیاری باتیں یہ عشق کے افسانے لکھتے ہیں اور ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں بڑے فکر کے ساتھ کہ ہمارے لئے فکر نہ کیا کرو، ہمارا خیال نہ کیا کرو، یہ ہو کیسے سکتا ہے؟ یہ تو ناممکن ہے۔کل ہی ایک خط کے جواب میں مَیں نے اس کو یہ لکھا ایک شعر پڑھا کرتا تھا لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ کبھی مجھ

پر یہ اطلاق پائے گا کہ

ے پیار کرنے کا جو خوباں ہم پہ رکھتے ہیں گناہ
ان سے بھی تو پوچھئے وہ اتنے کیوں پیارے ہوئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت اتنی پیاری ہے کہ اس سے پیار نہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ بے اختیاری کا عالم ہے، میں تو ایک ہی غم میں گھل رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے یہ توفیق بخشے کہ اس عظیم جماعت کی جو مسیح موعودؑ کی میرے پاس امانت ہے اس کے حقوق ادا کرسکوں اور اس حال میں جان دوں کہ میرا اللہ مجھے کہہ رہا ہو کہ ہاں تم نے حقوق ادا کر دیئے۔